BUDC-105 علامہ شبلی نعمانی کا خصوصی مطالعہ

ٹیوٹر مارکڈ اسائن مینٹ

Course Code:	BUDC-105
Course Title:	علامہ شبلی نعمانی کا خصوصی مطالعہ
Assignment Code:	BUDC-105/BAUDH/TMA/2025-2026
Coverage:	All Blocks
Marks:	100

ہدایت:- سبھی حصوں سے تمام سوالوں کے جواب لازمی ہیں۔ ہر سوال کے نمبر سامنے درج ہیں۔

(حصہ الف)

سوال 1۔ علامہ شبلی نعمانی کی ندوۃ العلما سے وابستگی پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔ (10)

(یا)

علی گڑھ تحریک کا مختصر تعارف پیش کیجیے۔

سوال 2۔ علامہ شبلی کے معاصر مولوی ذکاء اللہ پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔ (10)

(یا)

حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالیے۔

سوال 3۔ علامہ شبلی نعمانی کے خطوط کے موضوعات پر اظہار خیال کیجیے۔ (10)

(یا)

شاعری سے متعلق علامہ شبلی نعمانی کے نقطۂ نظر کو واضح کیجیے۔

(حصہ ب)

سوال4۔ اعظم گڑھ کے قیام کے دوران علامہ شبلی نعمانی کی سرگرمیوں کو بیان کیجیے۔ (15)

(یا)

علامہ شبلی نعمانی کے نثری اسلوب کے امتیازات واضح کیجیے۔

سوال5۔ علامہ شبلی نعمانی کی تنقید نگاری سے بحث کیجیے۔ (15)

(یا)

علامہ شبلی نعمانی کی مقالہ نگاری کا جائزہ لیجیے۔

(حصہ ج)

سوال6۔ "سوانح مولانا روم" کی روشنی میں علامہ شبلی نعمانی کی سوانح نگاری کی خصوصیات بیان کیجیے۔ (20)

(یا)

علامہ شبلی نعمانی کی شاعری پر سیر حاصل گفتگو کیجیے۔

سوال7۔ علامہ شبلی نعمانی کے سوانحی حالات و کوائف سپرد قلم کیجیے۔ (20)

(یا)

علامہ شبلی نعمانی کی سیرت نگاری کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

BUDC-105

(علامہ شبلی نعمانی کا خصوصی مطالعہ)

भाग – I

سوال 1: علامہ شبلی نعمانی کی ندوۃ العلما سے وابستگی پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

جواب:

علامہ شبلی نعمانی کی شخصیت علمی اور ادبی دنیا میں ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن ان کی زندگی کا سب سے اہم اور انقلابی باب "ندوۃ العلما" لکھنؤ سے ان کی وابستگی ہے۔ ندوہ کا قیام 1894ء میں اس مقصد کے تحت عمل میں آیا تھا کہ مسلمانوں کے قدیم اور جدید تعلیمی نظام کے درمیان حائل خلیج کو ختم کیا جائے اور ایک ایسی نسل تیار کی جائے جو دینی علوم میں پختہ ہونے کے ساتھ ساتھ جدید دور کے تقاضوں سے بھی باخبر ہو۔ علامہ شبلی اس تحریک کے روحِ رواں اور سب سے بڑے معمار ثابت ہوئے

ندوہ سے وابستگی کا آغاز اور پس منظر

علامہ شبلی نے اپنی عملی زندگی کا ایک بڑا حصہ علی گڑھ میں سر سید احمد خان کے ساتھ گزارا تھا، جہاں انہوں نے جدید تعلیمی نظام کے فوائد اور اس کی کمیوں کو قریب سے دیکھا تھا۔ جب ندوۃ العلما کی تحریک شروع ہوئی، تو شبلی نے محسوس کیا کہ یہ وہ پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کی علمی اور فکری قیادت کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ 1904ء میں وہ مکمل طور پر ندوہ سے وابستہ ہو گئے اور اس کے معتمدِ تعلیم (Secretary of Education) کے طور پر اپنی خدمات کا آغاز کیا

تعلیمی اور نصابی اصلاحات

علامہ شبلی کا سب سے بڑا کارنامہ ندوہ کے نصاب کی اصلاح تھا۔ ان کا ماننا تھا کہ محض قدیم کتابوں کو رٹ لینے سے کوئی عالمِ دین وقت کی چیلنجز کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے درج ذیل اصلاحات متعارف کروائیں:

- جدید علوم کی شمولیت: شبلی نے نصاب میں انگریزی زبان، جدید تاریخ، معاشیات اور فلسفہ جیسے مضامین کو شامل کرنے پر زور دیا تاکہ علماء دنیا کے حالات سے باخبر ہو سکیں

- عربی زبان پر توجہ: انہوں نے عربی کو محض ایک کتابی زبان کے بجائے ایک زندہ زبان کے طور پر پڑھانے کا طریقہ رائج کیا، تاکہ طلبہ میں عربی بولنے اور لکھنے کی مہارت پیدا ہو
- تحقیق و تنقید: انہوں نے طلبہ میں اندھی تقلید کے بجائے غور و فکر اور تحقیقی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی

دارالعلوم ندوۃ العلما کی تعمیر و ترقی

شبلی کی کوششوں سے ہی لکھنؤ میں ندوہ کی عالیشان عمارت کے لیے زمین حاصل کی گئی اور اس کی بنیاد رکھی گئی۔ انہوں نے نہ صرف تعلیمی نظام کو بہتر بنایا بلکہ اس ادارے کے مالی استحکام کے لیے بھی ملک گیر دورے کیے اور نوابین و رؤسا کو اس تحریک سے جوڑا۔ ان کی وجہ سے ندوہ ایک عالمگیر شہرت کا حامل ادارہ بن گیا، جہاں دور دراز سے طلبہ علم کی پیاس بجھانے آنے لگے

علمی و تصنیفی سرگرمیاں

ندوہ کے قیام کے دوران ہی شبلی نے اپنے سب سے بڑے علمی منصوبوں پر کام شروع کیا۔ 'سیرت النبی' جیسی عظیم الشان کتاب کا خاکہ اور ابتدائی کام اسی دور کی یادگار ہے۔ انہوں نے ندوہ کے طلبہ کو تصنیف و تالیف کی طرف راغب کیا اور ایک ایسی جماعت تیار کی جس نے آگے چل کر اردو ادب اور اسلامی علوم میں گراں قدر اضافہ کیا ان کے شاگردوں میں سید سلیمان ندوی جیسے جلیل القدر عالم شامل تھے جنہوں نے شبلی کے مشن کو آگے بڑھایا۔

مخالفت اور چیلنجز

شبلی کی اصلاحات اور ان کی آزاد خیالی کی وجہ سے ندوہ کے اندر اور باہر موجود قدامت پسند حلقوں نے ان کی شدید مخالفت کی۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ دین میں بدعتیں پیدا کر رہے ہیں یا ندوہ کو علی گڑھ بنانا چاہتے ہیں۔ ان اختلافات اور سازشوں کی وجہ سے شبلی کا دل شکستہ ہو گیا اور 1913ء میں انہوں نے ندوہ سے استعفیٰ دے دیا اگرچہ وہ ادارے سے الگ ہو گئے، لیکن ان کی ڈالی ہوئی بنیادیں آج بھی ندوہ کی شناخت ہیں۔

خلاصہ اور اہمیت

مختصر یہ کہ علامہ شبلی نعمانی کی ندوۃ العلما سے وابستگی محض ایک ملازمت یا عہدہ نہیں تھا، بلکہ ایک مشن تھا۔ انہوں نے ندوہ کو ایک خشک مدرسے سے نکال کر ایک علمی تحریک بنا دیا۔ ان کی اصلاحات نے علماء کے ایک ایسے طبقے کو جنم دیا جو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں جدید علوم لے کر

چلنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ آج ندوۃ العلما کی جو بھی علمی ساکھ ہے، اس میں علامہ شبلی کا خونِ جگر شامل ہے

سوال 2: علی گڑھ تحریک کا مختصر تعارف پیش کیجیے۔

جواب:

علی گڑھ تحریک برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ میں ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت تحریک تھی، جس نے انیسویں صدی کے نصف آخر میں مسلمانوں کی تعلیمی، سیاسی، سماجی اور ادبی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ اس تحریک کے بانی سر سید احمد خان تھے، جنہوں نے 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کی زبوں حالی کو محسوس کرتے ہوئے ان کی اصلاح اور ترقی کا بیڑہ اٹھایا۔

اس تحریک کے اہم پہلوؤں اور خدمات کا تفصیلی ذکر درج ذیل ہے:

1۔ تحریک کا پس منظر اور آغاز

1857ء کے واقعات کے بعد برصغیر کے مسلمانوں پر عتاب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ انگریز حکمران انہیں اپنا اصل دشمن سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو معاشی، تعلیمی اور سیاسی طور پر دیوار سے لگا دیا گیا تھا۔ مسلمان جدید تعلیم اور انگریزی زبان کو کفر کا ذریعہ سمجھ کر اس سے دور تھے، جبکہ ہندو قوم جدید تعلیم حاصل کر کے آگے بڑھ رہی تھی۔ سر سید احمد خان نے اس خطرے کو بھانپ لیا کہ اگر مسلمانوں نے وقت کے تقاضوں کے مطابق خود کو نہ بدلا تو وہ ہمیشہ کے لیے غلامی اور پسماندگی کی دلدل میں پھنس جائیں گے۔ اسی مقصد کے لیے انہوں نے علی گڑھ تحریک کا آغاز کیا۔

2۔ تعلیمی خدمات اور ایم۔اے۔او کالج

علی گڑھ تحریک کا سب سے بڑا ستون تعلیمی اصلاحات تھیں۔ سر سید کا ماننا تھا کہ "جب تک قوم تعلیم حاصل نہیں کرے گی، وہ ذلیل و خوار ہوتی رہے گی۔"

- انہوں نے 1875ء میں علی گڑھ میں ایک اسکول قائم کیا جو 1877ء میں 'محمدن اینگلو اورینٹل کالج' (MAO College) بنا۔
- یہ ادارہ مشرق اور مغرب کے علوم کا ایک حسین امتزاج تھا۔ یہاں ایک طرف قرآن و حدیث اور اسلامیات کی تعلیم دی جاتی تھی تو دوسری طرف جدید سائنس، فلسفہ اور انگریزی زبان پر بھی زور دیا جاتا تھا۔

IGNOU ALL SOLVED ASSIGNMENT PDFS AVAILABLE ORDER: 8935977094
HAND WRITTEN ASSIGNMENT HARD COPY (BY COURIER) & PDFS FILES AVAILABLE

- اس ادارے نے مسلمانوں کو ایک ایسی قیادت فراہم کی جس نے آگے چل کر تحریکِ پاکستان میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

3۔ سماجی اور مذہبی اصلاحات

سر سید نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کی تنزلی کی ایک بڑی وجہ ان کی سماجی برائیاں اور توہم پرستی ہے۔

- انہوں نے 1870ء میں 'تہذیب الاخلاق' نامی رسالہ جاری کیا جس کے ذریعے مسلمانوں کے اخلاق کی درستی اور ان کے طرزِ معاشرت کو بدلنے کی کوشش کی گئی۔
- انہوں نے مذہب کی عقلی تشریح پیش کی تاکہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ذہنوں میں اسلام کے حوالے سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو دور کیا جا سکے۔ اگرچہ ان کے بعض مذہبی خیالات پر علماء نے تنقید کی، لیکن ان کا مقصد اسلام کو ایک ترقی پسند مذہب کے طور پر پیش کرنا تھا۔

4۔ سیاسی بصیرت

سر سید نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ فی الحال عملی سیاست (خصوصاً کانگریس) سے دور رہیں اور اپنی پوری توجہ تعلیم پر مرکوز کریں۔ ان کا خیال تھا کہ تعلیم کے بغیر سیاست میں حصہ لینا مسلمانوں کے لیے خودکشی کے مترادف ہوگا۔ انہوں نے 'دو قومی نظریہ' کی بنیاد رکھی اور واضح کیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں جن کے مفادات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہی نظریہ آگے چل کر قیامِ پاکستان کی بنیاد بنا۔

5۔ ادبی خدمات اور نیا اسلوب

علی گڑھ تحریک نے اردو ادب کو بھی ایک نئی زندگی عطا کی۔

- سر سید اور ان کے رفقاء (حالی، شبلی، نذیر احمد، ذکاء اللہ) نے اردو نثر کو قدیم مبالغہ آرائی اور تکلف سے نکال کر سادگی، سلاست اور مقصدیت عطا کی۔
- اس تحریک کے زیرِ اثر سوانح نگاری، تاریخ نگاری، مضمون نگاری اور تنقید نگاری جیسے نئے اصنافِ سخن کو فروغ ملا۔

خلاصہ:

علی گڑھ تحریک محض ایک تعلیمی مہم نہیں تھی بلکہ یہ مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کی ایک جامع کوشش تھی۔ اس تحریک نے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ وہ اپنے مذہب اور اقدار پر قائم رہتے ہوئے بھی جدید دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکتے ہیں۔ سر سید کی اس تحریک نے مسلمانوں کو مایوسی کے اندھیروں سے

For Any Help Just Whatsapp 8935977094 (IGNOU HELP CENTER, ARARIA)

نکال کر ایک روشن مستقبل کی راہ دکھائی، جس کا ثمر ہمیں پاکستان کی صورت میں ملا۔

سوال 3: حبیب الرحمن خاں شیروانی کی حیات و خدمات

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی اردو ادب اور اسلامی علوم کی وہ مایہ ناز شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی علمی و ادبی خدمات سے اردو نثر اور تحقیق کے میدان میں گہرے نقوش چھوڑے۔ آپ 1867 میں ضلع علی گڑھ کے قصبہ بھیکم پور کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم روایتی انداز میں ہوئی، جس میں عربی، فارسی اور اسلامی علوم کی پختگی نے آپ کو ایک بلند پایہ عالم دین اور ادیب بنا دیا

حبیب الرحمن خاں شیروانی کی حیات کا ایک اہم پہلو ان کی علمی پیاس اور کتب بینی کا شوق تھا۔ انہوں نے اپنے آبائی وطن میں ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا، جو اس وقت کے نادر و نایاب قلمی نسخوں اور کتابوں کا مرکز تھا۔ ان کی علمی شخصیت کی وجہ سے ہی حیدرآباد دکن کی ریاست نے انہیں "صدر الصدور" (امورِ مذہبی کے سربراہ) کے عہدے پر فائز کیا، جہاں انہوں نے برسوں نہایت دیانت داری اور علمی بصیرت کے ساتھ خدمات انجام دیں۔ ان کی ان ہی خدمات کے اعتراف میں انہیں "نواب صدر یار جنگ" کے خطاب سے نوازا گیا

شیروانی صاحب کی علمی خدمات میں ان کی تصانیف اور مقالات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان کا شمار ان نثر نگاروں میں ہوتا ہے جن کے یہاں سادگی، متانت اور علمی وقار پایا جاتا ہے۔ ان کی مشہور کتابوں میں "علماء سلف"، "سیرت الصدیق" اور "مکاتیب شیروانی" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ "علماء سلف" میں انہوں نے قدیم اسلامی علماء کے حالاتِ زندگی اور ان کے علمی کارناموں کو نہایت موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کی تحریروں میں تحقیق کا رنگ نمایاں ہوتا ہے اور وہ کسی بھی واقعے یا حقیقت کو بغیر ٹھوس ثبوت کے بیان نہیں کرتے۔

علامہ شبلی نعمانی کے ساتھ ان کے تعلقات نہایت گہرے اور دوستانہ تھے۔ شبلی ان کی علمی قابلیت کے بہت معترف تھے اور اکثر علمی مسائل پر ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حبیب الرحمن خاں شیروانی نے ندوۃ العلماء اور علی گڑھ تحریک دونوں کی سرپرستی کی اور مسلمانوں کی تعلیمی بیداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ

لیا۔ انہوں نے دار المصنفین اعظم گڑھ کی تعمیر و ترقی میں بھی مالی اور علمی طور پر نمایاں تعاون کیا۔
ان کی خدمات کا ایک اور اہم پہلو ان کی شاعری اور خطابت ہے۔ اگرچہ وہ بنیادی طور پر نثر نگار تھے، لیکن ان کے کلام میں تصوف اور اخلاقیات کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان کے خطوط بھی اردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں، جن سے ان کے وسیع مطالعہ اور نفاستِ طبع کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی نثر میں وہی اعتدال اور توازن نظر آتا ہے جو ان کی عملی زندگی کا خاصہ تھا۔
مختصر یہ کہ حبیب الرحمن خاں شیروانی ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے نہ صرف اپنی تحریروں سے اردو ادب کو مالا مال کیا بلکہ اپنی انتظامی صلاحیتوں سے علمی اداروں کو بھی مضبوط بنایا۔ 1950 میں آپ کا انتقال ہوا، لیکن آپ کی علمی و ادبی خدمات آج بھی اردو دنیا میں ایک روشن مینار کی طرح قائم ہیں۔ آپ کی شخصیت علم، حلم اور خدمتِ خلق کا ایک بہترین امتزاج تھی جس نے بیسویں صدی کے علمی افق پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

भाग – II

سوال 4: علامہ شبلی نعمانی کے خطوط کے موضوعات

- مکتوب نگاری کی اہمیت

اردو ادب میں علامہ شبلی نعمانی کی مکتوب نگاری ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ ان کے خطوط محض ذاتی حال احوال کا مجموعہ نہیں ہیں بلکہ ان میں علم، ادب، سیاست، مذہب اور تاریخ کے بے شمار گوشے پوشیدہ ہیں۔ شبلی نے اپنے خطوط کے ذریعے نہ صرف اپنے خیالات کی تشہیر کی بلکہ اپنے دور کے علمی اور سماجی حالات کی عکاسی بھی کی۔

- علمی اور تحقیقی موضوعات

شبلی کے خطوط کا سب سے اہم موضوع علم اور تحقیق ہے۔ انہوں نے اپنے خطوط میں اپنی تصانیف جیسے 'الفاروق'، 'سیرت النبی' اور 'شعر العجم' کی تیاری کے مراحل، مآخذ کی تلاش اور تاریخی حقائق کی چھان بین کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنے دوستوں اور شاگردوں کو علمی باریکیوں سے آگاہ کرتے نظر آتے ہیں۔

- اصلاحِ قوم اور تعلیمی فکر

علامہ شبلی ایک مصلحِ قوم بھی تھے۔ ان کے خطوط میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی، ندوۃ العلماء کے قیام کے مقاصد اور علی گڑھ تحریک سے وابستہ تعلیمی نظریات کا گہرا عکس ملتا ہے۔ وہ اپنے خطوط میں قوم کی اخلاقی اور تعلیمی اصلاح کے لیے ہمہ وقت فکر مند نظر آتے ہیں۔

- سیاسی شعور اور ملکی حالات

شبلی کے خطوط ان کے سیاسی شعور کا ثبوت ہیں۔ وہ اپنے ہم عصروں کو لکھے گئے خطوط میں برطانوی ہند کے سیاسی حالات، ترکی اور عالمِ اسلام کے مسائل پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے خطوط سے ان کی وطن پرستی اور اسلامی اخوت کا جذبہ واضح طور پر جھلکتا ہے۔

- ادبی تنقید اور شعر و سخن

مکتوبِ شبلی میں ادبی تنقید کا رنگ بھی بہت نمایاں ہے۔ وہ شاعری کے محاسن، زبان و بیان کی لطافت اور اسلوبِ نگارش پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنے شاگردوں کو شاعری کے رموز سکھاتے ہوئے وہ ایک سخت گیر ناقد اور شفیق استاد کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔

- ذاتی تعلقات اور جذبات

ان کے خطوط میں جہاں علمی سنجیدگی ہے، وہاں انسانی جذبات اور دوستوں سے محبت کا والہانہ پن بھی موجود ہے۔ مہدی افادی، حبیب الرحمن خان شیروانی اور عطیہ فیضی کے نام لکھے گئے خطوط ان کی شخصیت کے نفسیاتی اور جذباتی پہلوؤں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ ان میں بے تکلفی، ظرافت اور خلوص کا عنصر نمایاں ہے۔

- مذہبی اور کلامی مباحث

شبلی ایک بلند پایہ عالمِ دین تھے۔ ان کے خطوط میں اکثر پیچیدہ مذہبی مسائل اور علمِ کلام پر بحث ملتی ہے۔ وہ جدید ذہن کے مطابق مذہب کی تشریح کرنے کے قائل تھے، اس لیے ان کے خطوط میں معقولات اور منقولات کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔

- سیر و سیاحت اور مشاہدات

شبلی نے مصر، شام اور روم کا سفر کیا تھا۔ ان اسفار کے دوران لکھے گئے خطوط میں وہاں کے کتب خانوں، علماء، تعلیمی اداروں اور طرزِ زندگی کا بہترین نقشہ کھینچا گیا ہے۔ یہ خطوط جغرافیائی اور ثقافتی معلومات کا ایک معتبر ذریعہ ہیں۔

- ندوۃ العلماء اور تنظیمی مسائل

ندوہ کی تعمیر و ترقی، اس کے نصاب کی تبدیلی اور وہاں کے داخلی مسائل شبلی کے خطوط کا مستقل حصہ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی پوری توانائی اس ادارے کو ایک مثالی مرکز بنانے میں صرف کی، جس کی تفصیلات ان کے مکتوبات میں بکھری ہوئی ہیں۔

- زبان و اسلوب کی نفاست

شبلی کے خطوط کا اسلوب نہایت سادہ، سلیس اور پر اثر ہے۔ انہوں نے تکلف اور تصنع سے پاک زبان استعمال کی ہے۔ ان کے جملوں میں بلا کی تاثیر اور شگفتگی ہے جو قاری کو اکتاہٹ کا شکار نہیں ہونے دیتی۔

- اختتامی کلمات

مجموعی طور پر علامہ شبلی نعمانی کے خطوط اردو نثر کا وہ شاہکار ہیں جن میں بیسویں صدی کی علمی اور ادبی تاریخ سانس لیتی محسوس ہوتی ہے۔ ان کے خطوط کے موضوعات کی وسعت انہیں اردو کے عظیم مکتوب نگاروں کی صف میں ممتاز کرتی ہے۔

سوال 5: اعظم گڑھ کے قیام کے دوران علامہ شبلی نعمانی کی سرگرمیاں

- اعظم گڑھ واپسی کا پس منظر

علامہ شبلی نعمانی کی زندگی کا آخری دور ان کے آبائی وطن اعظم گڑھ میں گزرا۔ علی گڑھ کی ملازمت اور ندوۃ العلماء کی مصروفیات سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے اپنی پوری توجہ اعظم گڑھ کی علمی اور تعلیمی ترقی پر مرکوز کر دی۔ یہ دور ان کی زندگی کا سب سے زیادہ ثمر آور اور تخلیقی دور مانا جاتا ہے، جہاں انہوں نے اپنے دیرینہ خوابوں کو عملی جامہ پہنایا۔

- دار المصنفین کا قیام

اعظم گڑھ میں شبلی کا سب سے بڑا کارنامہ 'دار المصنفین' (شبلی اکیڈمی) کا قیام ہے۔ وہ ایک ایسا ادارہ بنانا چاہتے تھے جہاں اہل علم اور مصنفین یکسوئی کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام کر سکیں۔ انہوں نے اپنی جائیداد، کتب خانہ اور تمام جمع پونجی اس ادارے کے لیے وقف کر دی۔ دار المصنفین نے اردو ادب کو سینکڑوں قیمتی کتابیں دیں اور آج بھی یہ ادارہ علمی دنیا میں ایک معتبر نام ہے۔

- سیرت النبیؐ کی تالیف

اعظم گڑھ کے قیام کے دوران شبلی کا سب سے عظیم علمی منصوبہ 'سیرت النبیؐ' کی تالیف تھا۔ انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اس کام کے لیے وقف کر دیں۔ اگرچہ وہ اس کی تمام جلدیں مکمل نہ کر سکے، لیکن اس کا خاکہ اور پہلی دو جلدیں انہوں نے اسی دور میں مرتب کیں 4۔ یہ کام ان کی تحقیق اور عشقِ رسول کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

- ادبی و علمی مجلسیں

اعظم گڑھ میں ان کا گھر 'باغِ شبلی' علمی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ ملک بھر سے جید علماء، شعراء اور ادباء ان سے ملاقات کے لیے آتے تھے۔ وہ نوجوانوں کی علمی تربیت کرتے تھے اور انہیں تحقیق کے جدید طریقوں سے روشناس کرواتے تھے۔ سید سلیمان ندوی جیسے عظیم شاگردوں کی تربیت میں اعظم گڑھ کے اس قیام کا بڑا دخل ہے۔

- تصنیف و تالیف کی بھرمار

اس دور میں شبلی نے نہایت تیزی سے کام کیا۔ انہوں نے 'شعر العجم' کی آخری جلدیں، 'موازنہ انیس و دبیر' اور متعدد اہم مقالات اسی زمانے میں مکمل کیے۔ وہ صبح سے رات تک پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتے تھے ۔ ان کا قلم اس دور میں اپنی پوری جولانیوں پر تھا۔

- تعلیمی اصلاحات اور مقامی سرگرمیاں

شبلی صرف ایک عالم ہی نہیں تھے بلکہ اپنے علاقے کی فلاح و بہبود میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ انہوں نے اعظم گڑھ میں نیشنل اسکول (موجودہ شبلی نیشنل کالج) کی سرپرستی کی اور اسے ایک جدید تعلیمی ادارے کی شکل دینے کی کوشش کی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے بچے جدید اور دینی تعلیم سے یکساں طور پر آراستہ ہوں۔

- سیاسی و ملی رہنمائی

اعظم گڑھ میں رہتے ہوئے بھی شبلی ملکی سیاست سے بے خبر نہ تھے۔ وہ اپنے خطوط اور مقالات کے ذریعے مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کرتے رہے۔ انہوں نے مسلم لیگ اور کانگریس کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور قوم کو ایک متوازن راہ دکھانے کی کوشش کی۔

- مذہبی خدمات اور وعظ و نصیحت

For Any Help Just Whatsapp 8935977094 (IGNOU HELP CENTER, ARARIA)

شبلی نے مقامی سطح پر بھی دینی شعور بیدار کرنے کے لیے کام کیا۔ وہ مساجد اور جلسوں میں خطاب کرتے اور لوگوں کو اسلام کی اصل روح سے واقف کرواتے۔ ان کے وعظ علمی ہونے کے ساتھ ساتھ اصلاحی پہلو بھی رکھتے تھے۔

● ذاتی لائبریری کی ترتیب

انہوں نے اپنی زندگی بھر کی جمع کردہ نایاب کتابوں کو ایک منظم لائبریری کی شکل دی، جو بعد میں دار المصنفین کا حصہ بنی۔ ان کا ماننا تھا کہ بغیر مآخذ اور اصل کتابوں کے تحقیق کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔

● وفات اور آخری لمحات

اعظم گڑھ کے اسی قیام کے دوران ان کی صحت گرنے لگی، لیکن ان کا علمی سفر جاری رہا۔ انہوں نے آخری وقت تک قلم نہیں چھوڑا۔ 1914 میں اعظم گڑھ کی اسی سرزمین پر اردو ادب کا یہ آفتاب غروب ہو گیا ، لیکن اپنے پیچھے دار المصنفین جیسا زندہ جاوید ادارہ چھوڑ گیا۔

भाग – III

سوال 6: علامہ شبلی نعمانی کی تنقید نگاری سے بحث کیجیے

● اردو تنقید میں علامہ شبلی کا مقام

اردو ادب میں علامہ شبلی نعمانی کا شمار جدید تنقید کے معماروں میں ہوتا ہے انہوں نے اردو تنقید کو محض ذاتی پسند و ناپسند کے دائرے سے نکال کر ایک علمی اور اصولی فن کی شکل دی ان کی تنقید نگاری میں مشرق و مغرب کے نظریات کا ایک متوازن امتزاج پایا جاتا ہے، جس نے اردو ادب کو نئی جہتوں سے روشناس کروایا

● شعر العجم اور تنقیدی بصیرت

شبلی کی تنقید نگاری کا سب سے بڑا نمونہ ان کی معرکتہ الآراء تصنیف 'شعر العجم' ہے اس کتاب کی چوتھی جلد مکمل طور پر شاعری کے فلسفے اور تنقید پر مبنی ہے انہوں نے فارسی شاعری کی تاریخ لکھنے کے ساتھ ساتھ ان باریکیوں پر بھی بحث کی ہے جو ایک اچھے شعر کی بنیاد ہوتی ہیں

● ادراکِ حسن اور جمالیاتی نقطہ نظر

شبلی کے نزدیک شاعری کا تعلق احساس اور جذبے سے ہے وہ جمالیاتی تنقید کے قائل تھے اور ان کا ماننا تھا کہ شعر وہی ہے جو قاری کے دل پر اثر کرے اور اس

میں وجدان پیدا کرے انہوں نے 'شعر' اور 'نظم' کے درمیان واضح فرق بیان کیا اور بتایا کہ ہر نظم شعر نہیں ہوتی جب تک اس میں تاثر اور جذبہ نہ ہو

● موازنہ انیس و دبیر اور تقابلی تنقید

(Comparative Criticism) اردو میں تقابلی تنقید کی بنیاد شبلی نے اپنی کتاب 'موازنہ انیس و دبیر' کے ذریعے رکھی اس کتاب میں انہوں نے میر انیس اور مرزا دبیر کے کلام کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا اگرچہ ان پر انیس کی طرفداری کا الزام لگا، لیکن اس کتاب نے اردو میں فصاحت، بلاغت اور کلام کے محاسن کو پرکھنے کے نئے معیار قائم کیے

● سادگی، اصلیت اور جوش

شبلی نے شاعری کے لیے تین بنیادی شرائط پیش کیں: سادگی، اصلیت اور جوش ان کا خیال تھا کہ کلام جتنا سادہ اور فطرت کے قریب ہوگا، اتنا ہی موثر ہوگ اصلیت سے ان کی مراد یہ تھی کہ شاعر جو کچھ بیان کرے اس میں سچائی اور حقیقت کا رنگ ہو، اور جوش کا مطلب کلام کی وہ قوت ہے جو سننے والے کو تڑپا دے

● تاثراتی تنقید کے نقوش

شبلی کی تنقید میں تاثراتی رنگ نمایاں ہے وہ کسی فن پارے کو پڑھ کر اس سے پیدا ہونے والے اثر کو نہایت خوبصورت زبان میں بیان کرتے ہیں ان کا اسلوب اتنا دلکش ہے کہ ان کی تنقید خود ایک تخلیقی ادب معلوم ہوتی ہے وہ لفظوں کے انتخاب اور بندش کی چستی پر بہت زور دیتے تھے

● اخلاقیات اور افادیت پسندی

اگرچہ شبلی جمالیاتی پہلوؤں کے دلدادہ تھے، لیکن وہ ادب کو اخلاقیات سے الگ نہیں سمجھتے تھے ان کا خیال تھا کہ ادب کا مقصد صرف تفریح نہیں بلکہ قوم کی اخلاقی اصلاح بھی ہونا چاہیے انہوں نے فن برائے فن کے بجائے فن برائے زندگی کے نظریے کو اہمیت دی

● ملمع سازی اور مبالغہ آرائی کی مخالفت

شبلی نے اپنی تنقید میں بے جا مبالغہ آرائی اور مصنوعی پن کی سخت مذمت کی ہے وہ فارسی اور اردو شاعری کے اس دور کے خلاف تھے جہاں شاعر صرف لفظوں کی بازیگری دکھاتا تھا ان کے نزدیک کلام کی خوبی معنی کی گہرائی اور فطری اظہار میں پوشیدہ ہے

● تاریخی اور عمرانی پس منظر

For Any Help Just Whatsapp 8935977094 (IGNOU HELP CENTER, ARARIA)

شبلی کی تنقید کی ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ کسی بھی شاعر یا ادیب کو اس کے عہد کے سماجی اور تاریخی پس منظر میں رکھ کر پرکھتے ہیں 'شعر العجم' میں انہوں نے ایرانی تمدن اور معاشرت کا ذکر اسی لیے کیا تاکہ شاعر کے کلام کی روح کو سمجھا جا سکے

- محاکات اور تخیل

شبلی نے 'محاکات' (Imitation/Representation) کے تصور کو اردو تنقید میں بہت اہمیت دی ہے ان کے نزدیک شاعر اپنی تصویر کشی سے مردہ لفظوں میں جان ڈال دیتا ہے تخیل کی قوت ہی وہ چیز ہے جو ایک عام مشاہدے کو لافانی شعر میں تبدیل کر دیتی ہے

- حاصلِ بحث

مختصر یہ کہ علامہ شبلی نعمانی نے اردو تنقید کو ایک منظم اور سائنسی رخ عطا کیا ان کے وضع کردہ اصول آج بھی اردو ادب میں معتبر مانے جاتے ہیں انہوں نے اپنی تنقیدی تحریروں کے ذریعے اردو دان طبقے کو یہ سکھایا کہ ادب کو محض پڑھا نہ جائے بلکہ اس کی روح تک پہنچنے کی کوشش کی جائے

سوال 7: "سوانح مولانا روم" کی روشنی میں علامہ شبلی نعمانی کی سوانح نگاری کی خصوصیات

- سوانح نگاری کا جدید تصور

علامہ شبلی نعمانی اردو کے وہ پہلے سوانح نگار ہیں جنہوں نے سوانح عمری کو محض عقیدت اور قصیدہ گوئی کے بجائے ایک علمی اور تحقیقی فن کی شکل دی۔ "سوانح مولانا روم" ان کی سوانح نگاری کا ایک شاہکار نمونہ ہے، جس میں انہوں نے مولانا جلال الدین رومی کی زندگی اور ان کے فلسفے کو ایک نئے انداز میں پیش کیا ہے

- جامعیت اور ہمہ گیریت

شبلی کی سوانح نگاری کی سب سے بڑی خوبی جامعیت ہے انہوں نے مولانا روم کی زندگی کے صرف ظاہری حالات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان کے عہد کے سیاسی، سماجی اور علمی حالات کا بھی تفصیلی جائزہ لیا ہے ان کا ماننا تھا کہ کسی بھی شخصیت کو اس کے ماحول سے الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔

- تحقیق اور مستند مآخذ

For Any Help Just Whatsapp 8935977094 (IGNOU HELP CENTER, ARARIA)

"سوانح مولانا روم" کی تصنیف کے دوران شبلی نے نہایت عرق ریزی سے کام لیا اور صرف مستند تاریخی حوالوں پر بھروسہ کیا انہوں نے قدیم تذکروں اور قلمی نسخوں کی چھان بین کی تاکہ مولانا روم کی زندگی سے جڑے ہوئے مبالغہ آمیز قصوں اور کرامات کو تاریخی حقائق سے الگ کیا جا سکے

- شخصیت کی نفسیاتی عکاسی

شبلی نے مولانا روم کی شخصیت کے باطنی پہلوؤں اور ان کی روحانی تبدیلی کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے شمس تبریز سے ان کی ملاقات اور اس کے نتیجے میں ان کی زندگی میں آنے والے انقلاب کو شبلی نے ایک ماہرِ نفسیات کی طرح پیش کیا ہے، جو قاری کو اس عظیم صوفی کے دل کی گہرائیوں تک لے جاتا ہے۔

- فلسفہ اور تعلیمات کی تشریح

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ شبلی نے مولانا روم کے خشک فلسفے اور مثنوی کے پیچیدہ نکات کو نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں بیان کیا ہے انہوں نے ثابت کیا کہ رومی کا فلسفہ صرف قدیم دور کے لیے نہیں بلکہ ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

- تنقیدی شعور

شبلی ایک ایسے سوانح نگار ہیں جو تنقید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے انہوں نے مولانا روم کی شاعری اور ان کے خیالات کا موازنہ دیگر مفکرین سے کیا ہے وہ جہاں رومی کی عظمت کے قائل ہیں، وہاں علمی بنیادوں پر ان کے افکار کا تجزیہ بھی کرتے ہیں، جو ان کی غیر جانبداری کی دلیل ہے۔

- دلکش اسلوب اور بیانیہ

شبلی کی نثر میں ایک خاص قسم کی روانی اور شگفتگی پائی جاتی ہے "سوانح مولانا روم" پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی داستان چل رہی ہو۔ ان کے جملوں کی تراش خراش اور لفظوں کا انتخاب سوانح کو ایک ادبی شہ پارہ بنا دیتا ہے، جس سے قاری کی دلچسپی آخر تک برقرار رہتی ہے۔

- مابعد الطبیعیات اور علمِ کلام

چونکہ مولانا روم کا تعلق تصوف اور علمِ کلام سے تھا، اس لیے شبلی نے ان موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے انہوں نے رومی کے نظریاتِ عشق، جبر و قدر اور بقائے روح کو عقلی اور نقلی دونوں طریقوں سے واضح کیا ہے، جو شبلی کی اپنی علمی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے

- غیر ضروری تفصیلات سے گریز

For Any Help Just Whatsapp 8935977094 (IGNOU HELP CENTER, ARARIA)

شبلی کی سوانح نگاری کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ غیر ضروری اور لایعنی تفصیلات میں نہیں الجھتے وہ صرف انھی واقعات کو قلمبند کرتے ہیں جن کا تعلق صاحبِ سوانح کی شخصیت کی تعمیر یا ان کے علمی کارناموں سے ہ ۔ اسی اختصار اور جامعیت نے اس کتاب کو اردو کی بہترین سوانح عمریوں میں شامل کر دیا ہے۔

- تاریخی تسلسل اور ترتیب

کتاب کی ترتیب میں شبلی نے تاریخی تسلسل کا خاص خیال رکھا ہے ولادت سے لے کر وفات تک کے تمام مراحل کو ایک کڑی کی طرح جوڑا گیا ہے، جس سے مولانا روم کی زندگی کا ایک مکمل نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

- حاصلِ کلام

مختصر یہ کہ "سوانح مولانا روم" علامہ شبلی نعمانی کی سوانح نگاری کا وہ معیار ہے جس نے آنے والے مصنفین کے لیے ایک راستہ متعین کیا انہوں نے ثابت کر دیا کہ سوانح نگاری صرف کسی کے حالاتِ زندگی لکھنا نہیں، بلکہ ایک عہد کی تاریخ اور ایک روح کی بیداری کی داستان بیان کرنا ہے